



THE HAQ CHAR YAAR WEBSITE
IS DEDICATED IN THE NAME OF
THE COMPANIONS [R.A]
OF
PROPHET [PEACE BE UPON HIM].
WE ARE REVEALING THE TRUTH AND
FACTS ABOUT THE ANTI SAHABAH [R.A]
PROPAGANDA OF
THE NON MUSLIM ORGANIZATIONS.

WWW.KR-HCY.COM

اگر تم (سود سے) باز نہیں آتے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ

سود خور سے اللہ اور رسول ﷺ کا اعلانِ جنگ

افادات

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

تحریر:

حضرت مفتی محمد ابراہیم صاحب صادق آبادی حفظہ اللہ

بشارۃ اللظیٰ لآکل الربوا

اشاریہ :

اسلام کا نظامِ معیشت

اللہ تعالیٰ نے اُمّتِ مسلمہ کو "اُمّتِ وسط" کا امتیازی تمغہ عنایت فرما کر اسے ایمان و عقائد، عبادات و اعمال، تمدن و معاشرت اور اقتصاد و معیشت غرض زندگی کے ہر شعبے میں ایک خاص اعتدال و توازن کی شان بخشی ہے جو اسے دوسری تمام امتوں سے ممتاز کرتی ہے، اس کا نظامِ معیشت رائج الوقت نظاموں سے الگ تھلگ، فطری اصولوں پر مبنی ایک پاکیزہ نظام ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام میں محدود سے چند افراد تمام وسائل ثروت پر بلا شرکت غیرے قابض ہو کر ساری دولت سمیٹ لیتے ہیں، حصولِ زر کی خاطر یہ لوگ ہر جائز و ناجائز روا و ناروا طریقہ اختیار کرتے ہیں، ان کے بنک، انشورنس کمپنیاں اور امدادِ باہمی کے نام سے کام کرنے والے مختلف ٹرسٹ اور تنظیمیں جو بظاہر عوام کی امداد و کمک کے ادارے ہیں مگر درحقیقت یہ بھی حصولِ زر ہی کے ہتھکنڈے ہیں، ان میں اور پرانے مہاجنی طریقے میں کوئی فرق ہے تو بس اتنا کہ ع

پرانے شکاری نیا جال لائے

اس طبقے کا مطمحِ نظر فقط مال و زر ہے اس لئے ہمدردی و دردمندی، غریب پروری اور خداترسی ان کے ہاں مہمل اور بے معنی الفاظ ہیں، ان کا مد مقابل نادار اور مفلس طبقہ معاشی لحاظ سے کتنا ہی پستی میں چلا جائے، اس کا دیوالہ نکل جائے، اس سے انھیں کوئی سروکار نہیں، یہ بندگانِ ہویٰ و ہوس و ماہرین مکر و فریب کسی کو کچھ دیں گے تو صرف لینے کی خاطر، اس لئے یہ طبقہ شخصی ملکیت کو ہی سرے سے تسلیم نہیں کرتا، یہ دولت و ثروت کے تمام وسائل کو حکومت کی ملک قرار دیتا ہے، اس میں دو رائیں ممکن نہیں کہ اقتصادی نظام کی ترقی و افزدنی کا مدار فرد کی محنت پر ہے کہ اسے اپنے جائز مفاد میں کام کا موقع دیا جائے بلکہ انگیخت کی جائے مگر اشتراکی نظام ہر فرد سے اس کا یہ جائز اور فطری حق چھین کر اسے مجبور کرتا ہے کہ

ایک بے جان مشین کے کل پرزوں کی طرح کام میں مجبار ہے، جس کا لازمی نتیجہ عوام میں اضطراب و بے قراری، پھر فتنہ و بغاوت اور بلوائے عام کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

اشتراکی نظام بظاہر سرمایہ دارانہ نظام کا توڑ ہے مگر بنیادی طور پر دونوں میں کوئی فرق نہیں، سرمایہ دارانہ نظام میں چھوٹے چھوٹے سرمایہ دار پوری ملکی معیشت پر چھا کر جمہور کا معاشی استحصال کرتے ہیں، جبکہ اشتراکی نظام ان چھوٹے سرمایہ داروں کو ختم کرکے ان کی جگہ ایک بڑے سرمایہ دار کو وجود میں لاتا ہے، جو چھوٹے سرمایہ داروں کی بنسبت کہیں زیادہ بے رحمی و درندگی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

ان دونوں نظاموں کی بنیاد ہی خلاف فطرت، اصولوں پر رکھی گئی ہے۔

ان کے مقابلہ میں اسلام کا معاشی نظام افراط و تفریط سے پاک، ایک متوسط اور عادلانہ نظام ہے جس میں فرد کی ملکیت اور اس کے اختیار و تصرف کو پوری طرح تسلیم کیا گیا ہے، مگر ساتھ ہی ساتھ اس پر مناسب پابندیاں بھی عائد کی گئیں تاکہ دولت کے تمام وسائل کا ایک جگہ ارتکاز نہ ہو، جس سے معیشت کے اجتماعی ڈھانچے کو نقصان پہنچے۔

دوسری طرف اس میں حکومت کے اختیارات کی بھی حد بندی کر دی گئی تاکہ وہ فرد کی ملکیت میں دخل انداز نہ ہو۔

اس پاکیزہ نظام میں فرد و جماعت کو لڑانے کی بجائے دونوں کے مفاد کو ایک دوسرے سے وابستہ کر دیا گیا ہے، ایک کی خوشحالی دوسرے کی آسودگی پر موقوف ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ کہ دونوں میں عداوت و رقابت کی بجائے باہم تعاون و توافق کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔

پھر اس نظام معیشت کی عمارت کو ہمہ وقت استوار رکھنے کے لئے اسلام نے سخت قوانین وضع کئے اور ان کی خلاف ورزی پر کڑی سزائیں رکھیں۔

ارتکاز دولت کی روک تھام کے لئے اس نے ہر صاحب مال کو موقع بموقع مال خرچ کرنے کی ترغیب دی، چنانچہ قرآن و حدیث کے اوراق انفاق فی سبیل اللہ کے فضائل و مناقب اور بخل کی مذمت سے بھرے پڑے ہیں، ہر صاحب نصاب کو زکوٰۃ و صدقات واجبہ نکالنے کا پابند کیا، اگر کوئی دولت مند اپنی دولت کو گردش میں

رکھنے کی بجائے سمیٹ کر محبوس رکھتا ہے تو زکوٰۃ اور دوسرے حقوق واجبہ کی ادائیگی میں گھٹتے گھٹتے ایک دن یہ دولت از خود ختم ہو جائے گی۔

دوسری طرف مال کمانے میں بھی اسلام نے کسی فرد کو بے مہار نہیں چھوڑا کہ جن ذرائع سے چاہے دولت سمیٹ کر جمع کر لے، بلکہ اس کے لئے سخت ضوابط رکھے ہیں، اور اکتساب مال کا کوئی ایسا طریقہ روا نہیں رکھا جس میں دوسرے فرد یا جماعت کا نقصان ہو، سود، قمار، رشوت، غصب و خیانت، چوری، ڈکیتی، ناپ تول کی کمی، ناجائز منافع خوری وغیرہ تمام ناجائز ذرائع آمدن پر سختی سے قدغن لگائی، عقود باطلہ و فاسدہ کی طویل فہرست ان پر مستزاد ہے۔

اکتساب زر کے تمام ناجائز ذرائع میں سود چونکہ سب سے بدتر اور انسانی معیشت بلکہ اخلاق و کردار کے لئے مہلک ترین ذریعہ تھا اس لئے اسلام نے سب سے بڑھ کر اسی پر قدغن لگائی، اس کی تمام صورتوں کو یکسر حرام و نجس قرار دے کر سود خور کو اس قدر خوفناک وعیدیں سنائیں کہ اگر کسی میں رائی بھر احساس آخرت ہو تو بھوکا مر جائے مگر اس گناہ کا خیال تک دل میں نہ لائے۔

"ربا" کی تفسیر:

لغوی معنی کسی چیز کا بڑھنا پھولنا اور زیادہ ہونا۔

شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ خاص زیادتی ہے جو بغیر کسی مالی عوض کے حاصل کی جائے، اس میں وہ زیادتی بھی داخل ہے جو کسی کو قرض دینے کے بعد اصل سرمایہ کے علاوہ وصول کی جائے جسے ربا النسیئۃ کہا جاتا ہے، خواہ یہ قرض کسی نفع بخش کاروبار کے لئے دیا جائے یا کسی وقتی ضرورت کے لئے۔

اس کا آج کی طرح زمانۂ جاہلیت میں بھی عام رواج تھا۔

اور بیع و شراء کی وہ تمام صورتیں بھی داخل ہیں جن میں بلا عوض زیادتی پائی جاتی ہے، جنھیں ربا الفضل کہا جاتا ہے۔

یہ قسم زمانۂ جاہلیت میں رائج نہ تھی، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باشارۂ وحی تصریح فرما دی کہ یہ قسم بھی داخل ربا ہے، عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الذھب بالذھب والفضۃ بالفضۃ والبر

بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء یدا بید فاذا اختلفت ھذہ الاصناف فبیعوا کیف شئتم اذا کان یدا بید (صحیح مسلم ص ۲۵ ج ۲ وعامۃ الکتب)

"سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے، اور نمک نمک کے بدلے برابر سرابر یکساں اور دست بدست ہونا لازم ہے، لیکن یہ اقسام جب باہم مختلف ہوں تو برابر یا کمی بیشی کے ساتھ جیسے چاہو خرید وفروخت کرو، بشرطیکہ معاملہ دست بدست ہو۔"

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذھب بالذھب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل یدا بید فمن زاد او استزاد فقد اربیٰ الاخذ والمعطی فیہ سواء (حوالہ بالا)

"سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے، اور نمک نمک کے بدلے برابر سرابر اور دست بدست ہو، سو جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا اس نے سود کا گناہ کمایا، اس گناہ میں لینے والا اور دینے والا دونوں برابر کے شریک ہیں۔"

اس ارشادِ نبوت نے یہ مسئلہ آشکارا کر دیا کہ ربا صرف اسی صورت میں محدود نہیں کہ کسی کو قرض دے کر صرف میعاد کے عوض زیادتی وصول کی جائے، بلکہ زیادتی کی اور بھی متعدد صورتیں داخل ربا ہیں، ان کا مرتکب بھی مرتکب ربا اور تمام قرآنی وعیدوں کا مصداق ہے، کسی منکر حدیث کو اس سے انکار ہو تو ہو لیکن مسلمان کے لئے یہ قطعاً محل تردد نہیں، البتہ اس دوسری قسم کے ربا کی تفصیلات میں اختلاف ہے کہ یہ حکم صرف انہی اشیاء ستہ میں منحصر ہے یا دوسری اشیاء کو بھی شامل ہے۔ اگر شامل ہے تو کس ضابطہ کے تحت؟

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان اشیاء کی خصوصیت نہیں بلکہ حدیث سے مراد ایک ضابطہ ہے جس کی وضاحت کے لئے یہ اشیاء ستہ بطور مثال ذکر کی گئیں، اس ضابطہ حرمت کے بارے میں ائمہ مجتہدین کی آراء مختلف ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ مختصر یہ کہ احناف کے نزدیک تحققِ ربا کی شرط اتحادِ قدر واتحادِ جنس ہے، یعنی کیلی

یا وزنی اشیاء کا باہم مبادلہ کیا جائے تو ضروری ہے کہ دونوں جانب کی اشیاء برابر سرابر اور معاملہ دست بدست ہو ورنہ ربا کا گناہ ہوگا، ہاں اگر صرف اتحاد قدر ہے یا صرف اتحاد جنس ہے تو برابری شرط نہیں مگر معاملہ دست بدست ہونا ضروری ہے۔

مالکیہ کے نزدیک سونے چاندی میں علتِ حرمت ان کا ثمن ہونا ہے اور بقیہ اشیاء میں حرمت نسیئہ (ادھار) کی علت طعم ہے یعنی کھانے کی تمام اشیاء کے باہمی مبادلہ میں ادھار حرام اور موجب ربا ہے اور حرمت فضل (کمی بیشی) کی علت اقتیات (غذائیت) وادخار ہے یعنی جو اشیاء انسانی غذا بنتی ہیں اور ذخیرہ بناکر رکھنے سے گل سڑ کر خراب نہیں ہوتیں ان کے باہمی مبادلہ میں برابری شرط ہے۔

شافعیہ کے نزدیک سونے چاندی میں علت حرمت نقدیہ یا ثمنیہ ہے کہ یہ تمام اشیاء کے لئے ثمن ہیں اور باقی چاروں اشیاء میں علت حرمت طعم ہے یعنی خوردنی اشیاء کے باہمی مبادلہ میں جانبین سے اشیاء کا برابر ہونا اور مبادلہ دست بدست ہونا ضروری ہے ورنہ ربا کا گناہ ہوگا۔

مذہب حنابلہ میں مشہور روایت تو مذہب حنفیہ کے مطابق ہے یعنی ربا کی علت اتحاد جنس مع الوزن یا اتحاد جنس مع الکیل ہے، دوسری روایت شافعیہ کے مطابق ہے اور تیسری روایت یہ ہے کہ سونے چاندی کے سوا بقیہ اشیاء میں علت حرمت طعم اور کیل و وزن ہے یعنی جو خوردنی اشیاء تول کر یا ناپ کر فروخت کی جاتی ہیں صرف ان میں ربا کے احکام جاری ہوں گے۔

اصحاب ظواہر چونکہ قیاس کے منکر ہیں اس لئے ان کے نزدیک یہ حکم صرف اشیاء ستہ میں منحصر ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الفقہ الاسلامی وادلتہ ص ۶۷۹ ج ۴۔

اب حرمت ربا سے متعلق آیات واحادیث ذکر کی جاتی ہیں:

آیات:

① الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس ؕ ذلک بانھم قالوا انما البیع مثل الربوا ۘ واحل اللہ البیع وحرم الربوا ؕ فمن جاءہ موعظۃ من ربہ فانتھی فلہ ما سلف ؕ وامرہ الی اللہ ؕ ومن عاد فاولئک اصحب النار ۚ ھم فیھا خالدون (۲ : ۲۷۵)

"جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہوں گے مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنا دے لپٹ کر، یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کردیا ہے، پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آگیا تو جو کچھ پہلے ہو چکا ہے وہ اسی کا رہا اور معاملہ اس کا اللہ کے حوالہ رہا، اور جو شخص پھر عود کرے تو یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

اس آیت میں سود خوروں کا عبرت انگیز انجام بیان کیا گیا ہے کہ وہ محشر میں اس طرح کھڑے ہونگے جیسے آسیب زدہ خبطی انسان کھڑا ہوتا ہے، چونکہ یہ لوگ دنیا میں حب مال کے مرض میں جنون کی حد تک گرفتار تھے، ایسا جنون جس نے بیع و ربا کا فرق بھی ان پر اوجھل کردیا، اس لئے قیامت میں بھی اللہ تعالیٰ انھیں اسی کیفیت میں اٹھائیں گے کہ یہ خبط و جنون علیٰ رؤس الاشہاد عیاں ہوگا، جیسے مؤمنین متقین محشر میں روشن جبیں، روشن اعضاء کے ساتھ متعارف ہونگے یونہی یہ سود خور اپنے دیوانے پن اور غیر انسانی حرکات کے ساتھ پوری انسانیت کے روبرو ذلیل و خوار ہونگے۔

فقد اخرج الطبرانی عن عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ایاک والذنوب التی لا تغفر الغلول فمن غل شیئا اتی بہ یوم القیامۃ واکل الربا فمن اکل الربا بعث یوم القیامۃ مجنونا یتخبط ثم قرأ الآیۃ (روح المعانی ص۴۷ ج۳، مجمع الزوائد ص۱۱۹ ج۴)

قال الهیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ: وفیہ الحسین بن عبد الاول وھو ضعیف۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ناقابل معافی گناہوں سے بچو، منجملہ ان کے مال غنیمت کی چوری ہے، جو شخص غنیمت کی کوئی چیز چرائے گا روز قیامت اسے لیکر حاضر ہوگا۔ اور سود خوری ہے جس نے سود کھایا روز قیامت مجنون و خبطی بناکر اٹھایا جائے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استشہاد میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔"

سود خوروں کی اس سزا کا سبب ان کا یہ قول ہے "انما البیع مثل الربوٰا" ایک

تو ان لوگوں نے ایک قطعی حرام کا ارتکاب کر کے قانون الٰہی کی صریح خلاف ورزی کی، یہی جرم کچھ کم سنگین نہ تھا کہ اس سے بھی ایک گام آگے بڑھ کر قانون کو چیلنج کر دیا کہ "بیع بھی تو مثل سود کے ہے۔" اس جرم بغاوت کی پاداش میں ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن قرار پائے۔

ان کا یہ بیہودہ استدلال چونکہ ان کی جہالت و غباوت کی منہ بولتی دلیل تھی اس لئے قرآن مجید نے بھی اس جہالت کا جواب عالمانہ انداز کی بجائے حاکمانہ انداز سے دیا:

واحل اللّٰہ البیع وحرم الربٰوا۔

ورنہ بیع و ربا کا فرق کسی بڑے سے بڑے احمق پر بھی مخفی نہیں، تجارت کی بنیاد باہمی تعاون اور نفع رسانی پر ہے، بائع و مشتری اپنی جسمانی قوت، ذہنی صلاحیت اور قیمتی وقت صرف کر کے جو مال حاصل کرتے ہیں، اس کا باہمی مبادلہ کر کے ایک دوسرے کو اور بالواسطہ پوری قوم کو نفع پہنچاتے ہیں۔

اس کے برعکس سود کی بنیاد خود غرضی، مفاد پرستی اور کسب زر پر ہے، سود خور سرمایہ قرض دے کر مقررہ سود گھر بیٹھے وصول کرتا رہتا ہے، اسے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ مدیون کو اس سرمایہ سے کچھ نفع بھی ہوا یا خسارہ دے رہا ہے؟ شرح سود وہ منافع میں سے ادا کر رہا ہے یا اپنی گرہ سے، بلکہ بھیک مانگ کر؟

علاوہ ازیں اس پہلو سے بھی فرق واضح ہے کہ بائع و مشتری کا معاملہ ایک بار ہونے کے بعد ختم ہو جاتا ہے، بائع کو مشتری سے کم و بیش جتنا نفع لینا تھا ایک بار لے لیا، مگر سود خور مہلت کے منافع لیتا ہے اور مسلسل لیتا رہتا ہے، مدیون اس کے سرمایہ سے خواہ فائدہ حاصل کرے یا نہ کرے۔

مثلاً کسی مجبور نے سودی قرض لے کر اپنی وقتی ضرورت میں صرف کر دیا یا اس سے چوری ہو گیا، اب وہ واپسی پر قادر نہیں تو وہ سود خور دائن کی طرف سے کسی تخفیف یا رعایت کا مستحق نہیں، بلکہ یہ آسیب اسے مزید چمٹتا چلا جائے گا تاوقتیکہ اپنی پونجی، گھر کا اثاثہ اور تن کے کپڑے بیچ کر قرض مع سود تمام ادا کر دے۔ تجارت کی کسی صورت میں ایسی بہیمیت کا دور دور تک کوئی امکان نہیں۔

(۳) یمحق اللّٰہ الربٰوا ویربی الصدقٰت واللّٰہ لا یحب کل کفار اثیم (۲: ۲۷۶)

"اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو کسی گناہ کے کام کرنے والے کو۔"

سودی مال جتنا بھی بڑھ جائے انجام کار اللہ تعالیٰ اسے مٹا کر نیست و نابود کر دیتے ہیں، ایسا مال نہ دنیا میں پھلتا ہے نہ آخرت میں بار آور ہوتا ہے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الربوا وان کثر فان عاقبتہ تصیر الی قل (مسند احمد ص۳۹۵ ج ۱، ابن ماجۃ ص۱۶۵، حاکم ص۳۷ ج ۲)

قال الحاکم رحمہ اللہ تعالیٰ: ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ، واقرہ الذھبی رحمہ اللہ تعالیٰ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سود کا مال اگرچہ بڑھ جائے مگر اس کا انجام (ہمیشہ بے برکتی اور) کمی کی طرف لوٹ آتا ہے۔"

اس مال خبیث کا کثرت سے قلت کی طرف آنا کوئی نظریاتی مسئلہ نہیں بلکہ کھلی آنکھوں مشاہدہ ہے کہ سود خور کا مال بڑھ جاتا ہے اور بڑھتے بڑھتے طومار لگ جاتا ہے حتی کہ بہت سے دیکھنے والوں کی رالیں ٹپکنے لگتی ہیں یٰلیت لنا مثل ما اوتی۔

مگر جوں ہی اس پر افتاد پڑتی ہے یک بیک کروڑوں سے لڑھک کر لاکھوں میں، پھر لاکھوں سے ہزاروں اور سیکڑوں میں آجاتا ہے، بالآخر کوڑی کوڑی کا محتاج ہو کر زبان حال سے پکار اٹھتا ہے ؏

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس قسم کے اموال کی نکاسی کسی جائز اور معقول مصرف میں نہیں ہوتی، یہ عموماً چوروں ڈاکوؤں کے پیٹ میں اتر جاتا ہے یا پولیس اور اہلکاروں کا لقمۂ تر بن جاتا ہے یا پھر ناگہانی آفات و حوادث کی نذر ہو جاتا ہے، نیز الیکشن (جس میں چار پانچ ملین کا خرچ تو معمولی سی بات ہے) کا بھوت بھی ایسے ہی لوگوں کے سر پر سوار ہوتا ہے اور کون نہیں جانتا کہ قحبہ خانوں، قمار خانوں اور شراب خانوں کی رونق بھی انہی لوگوں کے دم قدم سے رہتی ہے، غرض حرام کا پیسہ: "مال حرام بود بجائے حرام رفت" کے مصداق اپنی نکاسی کی راہیں خود تلاش کر لیتا ہے۔

اگر شاذ و نادر سودی مال کسی کے پاس محفوظ رہ جائے تب بھی سود خور کی طبیعت میں سنگ دلی، تنگ دلی، بزدلی، جنون کی حد تک حرص و ہوس اور خست و دنائت کے

دوسرے مظاہر کی صورت میں اس کے نتائج ظاہر ہو کر رہتے ہیں۔

یہ اس کا دنیوی انجام تھا، آخرت میں مال سود کا بے سود و بے بہبود ہونا بالکل عیاں ہے، ایسا مال کمانے والے کے گلے کا طوق اور سر کا وبال ہے، اس مال سے کیا گیا صدقہ خیرات حج وجہاد اور صلہ رحمی غارت و اکارت ہے؛

عن ابی هریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ایها الناس ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا الحدیث (صحیح مسلم ص۳۲۶ ج ۱)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! سن لو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاکیزہ ذات ہے اور اسکی بارگاہ میں صرف پاکیزہ مال ہی شرف قبول پاتا ہے"۔

سود کے برعکس صدقہ کے مال کو اللہ تعالیٰ بڑھا دیتے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

عن ابی هریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما من یوم یصبح العباد فیہ الا ملکان ینزلان فیقول احدهما اللهم اعط منفقا خلفا ویقول الآخر اللهم اعط ممسکا تلفا (صحیح بخاری ص۱۹۴ ج۱، صحیح مسلم ص۳۲۵ ج۱)

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر صبح دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں ایک کہتا ہے:

"اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما"

اور دوسرا کہتا ہے:

"اے اللہ! مال روک کر رکھنے والے کو بربادی دے"

عن ابی هریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یتقبلها بیمینه ثم یربیها لصاحبه کما یربی احدکم فلوه حتی تکون مثل الجبل (صحیح بخاری ص۱۸۹ ج۱، صحیح مسلم ص۳۲۶ ج۱)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے پاکیزہ کمائی سے کھجور کے دانے برابر بھی صدقہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال ہی قبول کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اسے دائیں ہاتھ میں لے کر قبول کرتے ہیں پھر صاحب صدقہ کے لئے اسے بڑھاتے رہتے ہیں جیسے تم میں ایک آدمی اپنے بچھیرے

کو پال پوس کر بڑھاتا ہے حتیٰ کہ وہ صدقہ بڑھ کر پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔"

جیسے حرام مال کی تباہی کی قدرے تفصیل بتائی گئی ہے اسی طرح پاکیزہ مال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت و زیادتی بھی ایک مشاہد حقیقت ہے، ایک تو ایسا مال کسی غلط جگہ ضائع نہیں جاتا، دوسرے عام لوگ جس مقصد کے لئے بڑی دولت و محنت صرف کرتے ہیں صالح و دیندار انسان کا وہ مقصد تھوڑے سے مال میں گھر بیٹھے نکل آتا ہے۔

درس عبرت :

زکوٰۃ و صدقات کی برکت سے مال کا بڑھنا اور ان کے روکنے کی نحوست سے مال کا گھٹنا ایک ایسی روشن حقیقت ہے جس سے کسی منصف مزاج کافر کو بھی مجال انکار نہیں، مگر افسوس زنگ دلو کی ظلمت نے آج کے مسلمان کی نظر سے اس روشن اور چمکتی حقیقت کو بھی اوجھل کر دیا، اس مسلمان معاشرہ میں کتنے مسلمان ہیں جو فریضۂ زکوٰۃ کے تارک ہیں انھیں اپنے مال کا چالیسواں حصہ نکالنا گوارا نہیں مگر دوسری طرف یہ گوارا ہے کہ امراض ناگہانی آفات و حوادث یا ناجائز مصارف میں اس سے بھی دس گنا زائد مال نکل جائے ؏

خو سمجھ میں نہیں آتی ترے دیوانوں کی

ذیل میں ایک دشمن اسلام انگریز کا واقعہ درج کیا جا رہا ہے شاید کسی غافل مسلمان کی چشم عبرت وا ہو۔

حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں :

"میں نے اپنے بچپن میں اپنے والد صاحب سے اور دوسرے کئی لوگوں سے بھی یہ قصہ سُنا کہ ضلع سہارنپور میں قصبہ بہٹ سے آگے انگریزوں کی کچھ کوٹھیاں تھیں منجملہ ان کے پہلو میں بھی جہاں اعلیٰ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کا وصال ہوا اور اس کے قرب و جوار میں، بہت سی کوٹھیاں کاروباری تھیں جن میں ان انگریزوں کے کاروبار ہوتے تھے اور ان کے مسلمان ملازم کام کیا کرتے تھے اور وہ انگریز دہلی کلکتہ وغیرہ بڑے شہروں میں رہتے تھے کبھی کبھی معاینہ کے طور پر آکر اپنے کاروبار کو دیکھ جاتے تھے، ایک مرتبہ اس جنگل میں آگ لگی جو کبھی کبھی مختلف وجوہ سے لگتی رہتی تھی اور وہاں کے باغات و جنگلات کو جلا دیتی تھی، ایک دفعہ اس جنگل میں آگ لگی اور قریب قریب ساری کوٹھیاں جل گئیں،

ایک کوٹھی کا ملازم اپنے انگریز آقا کے پاس دہلی بھاگا ہوا گیا اور جاکر واقعہ سنایا کہ حضور سب کی کوٹھیاں جل گئیں آپ کی بھی جل گئی، وہ انگریز کچھ لکھ رہا تھا، نہایت اطمینان سے لکھتا رہا، اس نے التفات بھی نہیں کیا، ملازم نے دوبارہ زور سے کہا کہ حضور سب جل گیا، اس نے دوسری دفعہ بھی لاپروائی سے جواب دیدیا کہ میری کوٹھی نہیں جلی اور بے فکری سے لکھتا رہا، ملازم نے جب تیسری دفعہ کہا تو انگریز نے کہا کہ میں مسلمانوں کے طریقہ پر زکوٰۃ ادا کرتا ہوں اس لئے میرے مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، وہ ملازم تو جواب دہی کے خوف کے مارے بھاگا ہوا گیا تھا کہ صاحب کہیں گے کہ ہمیں خبر بھی نہیں کی، وہ انگریز کی اس لاپروائی سے جواب کو سن کر واپس آگیا، آکر دیکھا تو واقعی سب کوٹھیاں جل چکی تھیں مگر انگریز کی کوٹھی باقی تھی --------

(ف) اللہ کی شان! کہ اسلامی احکام پر عمل کر کے غیر مسلم تو فائدہ اٹھاویں اور ہم لوگ زکوٰۃ ادا نہ کر کے اپنے مالوں کو نقصان پہنچاویں کہیں چوری ہو جائے کہیں ڈاکہ پڑ جائے کہیں کوئی اور آفت مسلط ہو جائے (آپ بیتی ص۵۸ ج ۶)

(۳، ۴) یاایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربٰوا ان کنتم مؤمنین ○ فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللہ ورسولہ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون ○ (۲، ۲۷۹)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر ایمان والے ہو، پھر اگر تم نہ کرو گے تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے، اور اگر تم توبہ کر لوگے تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جائیں گے، نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے گا۔"

حضرات مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان دونوں آیتوں کا شان نزول یہ لکھا ہے:

"ثقیف کے خاندان عمرو بن عمیر کے مخزومی خاندان بنو مغیرہ کے ذمے سودی قرض چلے آرہے تھے، انھوں نے حرمت ربا کے بعد جب قرض مع سود کا مطالبہ کیا تو بنو مغیرہ نے جواب دیا کہ اب مسلمان ہونے کے بعد ہم اپنی زمانہ اسلام

کی کمائی میں سے سود ادا نہ کریں گے، دونوں خاندانوں کا معاملہ مکہ مکرمہ کے گورنر حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں آیا تو انھوں نے یہ قضیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھ بھیجا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں، جنھیں لکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس روانہ کر دیا، قرآن مجید کی یہ دو ٹوک تنبیہ سن کر بنو ثقیف کے لوگ کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں اور بقیہ سود ترک کر دیتے ہیں، پس اس میں سے کچھ وصول نہ کیا۔" (ابن کثیر ص۳۳۱ ج ۱ وغیرہ)

ان دونوں آیتوں میں سود خوری پر دو شدید وعیدیں سنائی گئی ہیں۔

ایک تو سود ترک نہ کرنے پر زمرۂ مومنین سے خارج ہونے کی وعید:

وذروا ما بقی من الربوٰا ان کنتم مؤمنین۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

واطیعوا اللّٰہ ورسولہ ان کنتم مؤمنین (۸ : ۱)

فاللّٰہ احق ان تخشوہ ان کنتم مؤمنین (۹ : ۱۳)

اس وعید کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر تم مؤمن ہو تو ایمان کا تقاضا پورا کرو اور اس جرم سے باز آجاؤ ورنہ تمہارے دعوائے ایمان کا کچھ اعتبار نہیں۔

اور دوسری وعید سود نہ چھوڑنے کی صورت میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان جنگ ہے، یہ سود خوروں کے لئے سب سے بڑی اور آخری تنبیہ ہے کہ اس جرم سے باز آجاؤ ورنہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

"قیامت کے روز سود خور سے کہا جائے گا ہتھیار بند ہو کر جنگ کے لئے آمادہ ہو جا، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی فان لم تفعلوا۔" (ابن کثیر ص۳۳۲ ج ۱ وغیرہ)

اور آپ ہی سے منقول ہے:

"جو شخص سود خوری سے باز نہ آئے تو حاکم مسلم پر فرض ہے کہ اول اسے توبہ کی تلقین کرے، اگر باز آجائے تو درست، ورنہ اسکی گردن اڑا دے۔" (حوالہ بالا)

سود خوروں پر اللہ کا غضب اور عذاب اتنا شدید ہے کہ قرآن کریم میں شرک کے بعد

سودخوری کے سوا کسی بڑے سے بڑے گناہ پر اعلانِ جنگ نہیں فرمایا۔

اگر کسی سود خور کے دل میں شمہ برابر بھی فکرِ آخرت ہو تو اسے جھنجھوڑنے کے لئے یہ وعید کافی ہے، احادیثِ مبارکہ میں کبائر کی طویل فہرست ملتی ہے مگر کسی کبیرہ سے کبیرہ جرم پر بھی یہ وعید نہیں سنائی گئی، سود صرف شرعی نقطۂ نظر سے ہی نہیں، معاشی، تمدنی، اخلاقی اور انسانی پہلو سے بھی ایک سنگین، بدترین اور مہلک ترین جرم ہے، سود خور درحقیقت آدم خور درندہ ہے بلکہ درندہ سے بھی مہلک تر، درندہ بھی اپنے ہم جنس درندے پر بہت کم ہاتھ ڈالتا ہے مگر انسانی روپ میں یہ درندہ اپنی ہی برادری کا خون چوس چوس کر پلتا ہے، امام ابو عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے

فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله

کے ذیل میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا:

"میں نے شراب کا ایک ایسا رسیا اور نشہ میں چور شخص دیکھا جو چاند کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا، اس پر میں نے کہا:

"اگر انسان کے پیٹ میں شراب سے بھی بدتر کوئی چیز اترنے والی ہو تو میری بیوی کو طلاق"

آپ نے فرمایا:

"ابھی لوٹ جاؤ کہ میں تمہارے مسئلہ میں غور کر لوں"

وہ دوسرے دن آیا تو بھی فرمایا:

"ابھی لوٹ جاؤ کہ میں تمہارے مسئلہ میں غور کر لوں"

وہ تیسرے دن آیا تو فرمایا:

"تمہاری بیوی کو طلاق پڑ گئی، اس لئے کہ میں نے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں انتہائی غور و تدبر کیا مگر سود سے بدتر کوئی چیز نظر نہ آئی، اس لئے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے"

(الجامع لاحکام القرآن صفحہ ۳۶۴ ج ۳)

(۵، ۶) یاایها الذین آمنوا لا تأکلوا الربوا اضعافا مضاعفة واتقوا الله لعلکم تفلحون ○ واتقوا النار التی اعدت للکافرین ○ (۳: ۱۳۱)

"اے ایمان والو! سود مت کھاؤ کئی حصے زائد اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو، اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔"

پہلی آیت میں تقوی کی تلقین کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کا خوف کھا کر سود خوری سے باز آجاؤ، زمانۂ جاہلیت میں عام دستور تھا کہ مہاجن ایک متعین میعاد باندھ کر سود پر قرض دیتے تھے، میعاد گزرنے پر جب قرضدار ادائے قرض کی سکت نہ پاتا تو مہاجن سود کی مقدار بڑھا کر آگے کے لئے مزید مہلت دیدیتا، دوسری میعاد آنے پر بھی جب قرضدار ادا نہ کر پاتا تو سود اور بڑھا دیا جاتا، اس طرح وقت گزرنے کے ساتھ یہ سود دوچند در دوچند ہوجاتا، آیت بالا میں مسلمانوں کو ڈرایا گیا کہ اس انسانیت کش حرکت سے دور رہیں۔

اضعافا مضاعفۃ کا یہ مطلب نہیں کہ سود صرف اسی صورت میں حرام ہے جب وہ دوچند در دوچند ہو، یہ قید احترازی نہیں بلکہ واقعی ہے، یعنی زمانۂ جاہلیت میں سود لینے دینے کا جو غیر انسانی طریقہ جاری تھا اس کی مذمت ہے، ورنہ سود کی تمام صورتوں کا حرام ہونا اوپر کی آیات میں گزر چکا۔

نیز سود خوری کی جسے لت پڑجائے وہ انجام کار اس مرض جاہلیت میں مبتلا ہو کر رہے گا یعنی سود کا تھوڑا سا مال لے کر آگے سود پر چلائے گا، پھر اس سود کو سود پر دے گا تو یہ بڑھتے بڑھتے آخر اضعافا مضاعفۃ ہی ہوجائے گا۔

بلکہ جب سود خور کا اصل سرمایہ بدستور محفوظ ہے اور وہ مہلت پر سود وصول کرتا جارہا ہے تو کچھ وقت گزرنے پر یہ سود اصل سرمایہ سے بڑھ جائے گا اور بڑھتا ہی چلا جائے گا، اسی طرح ہر سود مآل کار اضعافا مضاعفۃ بن کر رہتا ہے، گویا سود کا ایک روپیہ بھی جان کا روگ ہے۔

اس مقام پر بھی پہلی آیت کی طرح عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی ہے اور یہ کہ یہ آگ درحقیقت کفار کے لئے تیار کی گئی ہے، گویا سود خور کا ٹھکانا کفار کے ساتھ بنایا گیا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر بڑی دل ہلادینے والی بات تحریر فرمائی ہے فرماتے ہیں:

"اس وعید کا اصل مصداق وہ کفار ہیں جو ربا کو مباح سمجھ کر وصول کرتے ہیں لیکن بعض مفسرین نے یوں تفسیر فرمائی ہے کہ اس بدترین گناہ سے بچو جو انجام کار

سلب ایمان کا سبب بن کر تمہیں ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بنا دیگا، بہتیرے کبائر ایسے ہیں جن کی نحوست سے مرتے وقت انسان کا ایمان سلب ہو جاتا ہے، جن میں والدین کی نافرمانی، رشتہ داروں سے قطع تعلق، سود خوری، امانت میں خیانت اور اللہ کے بندوں پر ظلم قابلِ ذکر ہیں۔"

(الجامع لاحکام القرآن ص۳۶۲ ج۳)

یہ چھ آیات حرمتِ ربا پر نصوصِ قطعیہ ہیں، ان کے علاوہ اور بھی کئی آیات حرمت ربا پر صراحۃً یا اشارۃً دال ہیں مثلاً:

ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الآیۃ (۲ : ۱۸۸)

یایھا الذین اٰمنوا لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الآیۃ (۴ : ۲۹)

واخذھم الربوا وقد نھوا عنہ الآیۃ (۴ : ۱۶۱)

سمّٰعون للکذب اکّٰلون للسحت الآیۃ (۵ : ۴۲)

وما اٰتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ الآیۃ (۳۰ : ۳۹)

ہم اختصار کے پیشِ نظر ان کی تشریح میں جانے کی بجائے آگے احادیث درج کرتے ہیں۔

احادیث :

(۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول اللہ وما ھن ؟ قال الشرک باللہ والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق واکل الربوا واکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات۔

(صحیح بخاری ص۳۸۹ ج۱، صحیح مسلم ص۶۳ ج۱)

واللفظ للبخاری۔

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"سات مہلک گناہوں سے بچو"

صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے عرض کیا :

"یا رسول اللہ ! وہ کون سے ہیں ؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، اور کسی جان کو ناحق قتل کرنا جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا مگر جائز طور پر (بحکم شریعت)، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، اللہ کے دشمنوں سے گھمسان کی جنگ میں پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور پاک دامن بے خبر مؤمنہ بیبیوں پر تہمت لگانا۔"

(۲) عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: رأیت اللیلۃ رجلین اتیانی فاخرجانی الی ارض مقدسۃ فانطلقنا حتی اتینا علی نہر من دم فیہ رجل قائم وعلی وسط النہر، وفی روایۃ علی شط النہر رجل بین یدیہ حجارۃ فاقبل الرجل الذی فی النہر فاذا اراد الرجل ان یخرج رمی الرجل بحجر فی فیہ فردہ حیث کان فجعل کلما جاء لیخرج رمی فی فیہ بحجر فیرجع کما کان فقلت من ھذا فقال الذی رأیتہ فی النہر آکل الربوا (صحیح بخاری ص۲۸۵ و ص۲۸۰ ج۱ و ص۱۰۴۳ ج۲ وغیرھا من مواضع عدیدۃ)

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات میں نے خواب دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے ایک پاکیزہ سرزمین کی طرف لے گئے، ہم چلتے رہے حتی کہ خون کی ایک نہر پر پہنچے جس میں ایک آدمی کھڑا تھا اور نہر کے کنارے ایک اور آدمی کھڑا تھا جس کے سامنے پتھر پڑے تھے، جو شخص نہر کے اندر تھا اس نے چلنا شروع کیا جب اس نے نہر سے نکلنا چاہا تو کنارے پر کھڑے شخص نے پتھر مار کر اسے اس کی پہلی جگہ کی طرف لوٹا دیا، اسی طرح وہ جب بھی نکلنے کی کوشش کرتا یہ اسکے منہ پر پتھر مار کر اس کی پہلی جگہ کی طرف لوٹا دیتا، میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ اس نے کہا، نہر کے اندر کا شخص جس پر سنگ باری ہو رہی ہے سود خور ہے۔"

(۳) عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء (صحیح مسلم ص۲۷ ج۲)

ومثلہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سنن ابی داؤد ص۱۱۷ ج۲، جامع الترمذی ص۲۲۹)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کی تحریر لکھنے والے اور سود پر گواہ بننے والوں پر لعنت بھیجی اور فرمایا یہ سب گناہ میں

برابر کے شریک ہیں۔"

(۳) عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اربعة حق علی الله ان لا یدخلهم الجنة ولا یذیقهم نعیمها مدمن الخمر وآکل الربا وآکل مال الیتیم بغیر حق والعاق لوالدیه (المستدرک ص۳۵ ج۲)

قال الحاکم رحمه الله تعالیٰ: هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه وقد اتفقا علی حثیم، وقال الذهبی رحمه الله تعالیٰ: قلت ابراهیم قال النسائی متروک۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چار شخصوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ انھیں جنت میں داخل نہ کریں گے اور نہ اس کی نعمتیں چکھائیں گے:-

(۱) شراب کا رسیا (۲) سود خور (۳) ناحق یتیم کا مال اڑانے والا (۴) والدین کا نافرمان۔"

(۵) عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: الربا ثلاثة وسبعون بابا ایسرها مثل ان ینکح الرجل امه وان اربی الربا عرض الرجل المسلم (المستدرک ص۳۷ ج۲) قال الحاکم رحمه الله تعالیٰ هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه واقره الذهبی رحمه الله تعالیٰ۔

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود میں تہتر گناہ ہیں جن میں ادنیٰ ترین گناہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے بدکاری کرے، اور بدترین سود کسی مسلمان کی آبرو ریزی ہے۔"

(۶) عن عطاء الخراسانی ان عبد الله بن سلام رضی الله تعالیٰ عنه قال: الربا اثنان وسبعون حوبا اصغرها حوبا کمن اتی امه فی الاسلام ودرهم من الربا اشد من بضع وثلاثین زنیة، قال: ویأذن الله بالقیام للبر والفاجر یوم القیامة الا لآکل الربا فانه لا یقوم الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس (مصنف عبد الرزاق ص۳۱۶ ج۸، شعب الایمان للبیهقی ص۳۹۴ ج۴، الدر المنثور ص۳۶۶ ج۱)

قال الهیثمی رحمه الله تعالیٰ: وعطاء الخراسانی لم یسمع من ابن سلام (مجمع الزوائد ص۱۱۷ ج۴)

"حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سود میں بہتر گناہ ہیں جنمیں ادنیٰ گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص حالت اسلام میں اپنی ماں سے بدکاری کرے، اور

سود کا ایک درہم تینتیس بار زنا کرنے سے زیادہ برا ہے، مزید آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ہر نیک و بد کو سیدھے طور کھڑا ہونے کا حکم فرمائیں گے سوائے سود خور کے، کہ وہ نہیں کھڑا ہوگا مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی بنادے لپٹ کر۔"

(۷) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من اعان ظالما بباطل لیدحض بباطلہ حقا فقد برئ من ذمۃ اللہ عزوجل وذمۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن آکل درھما من ربا فھو مثل ثلاث وثلاثین زنیۃ ومن نبت لحمہ من سحت فالنار اولیٰ بہ (المعجم الصغیر للطبرانی ص۱۳۶ ج ۱ والاوسط، شعب الایمان للبیہقی ص۳۹۳ ج ۴، مجمع الزوائد ص۱۱۷ ج ۴)

قال الھیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ: فیہ (ای فی اسناد الطبرانی) سعید بن رحمۃ وھو ضعیف۔

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ناجائز طور پر کسی ظالم کی اعانت کی تاکہ کسی کا حق دبالے تو وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری سے نکل گیا، یعنی دونوں اس سے بیزار و بری ہیں، اور جس نے سود کا ایک درہم کھایا تو یہ تینتیس بار زنا کے برابر ہے، اور جس کا گوشت پوست حرام مال سے پیدا ہوا تو وہ جہنم میں جانے کا زیادہ حقدار ہے۔"

(۸) عن عبد اللہ بن حنظلۃ غسیل الملائکۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: درھم ربا یاکلہ الرجل وھو یعلم اشد من ستۃ وثلاثین زنیۃ (مسند احمد ص۲۲۵ ج ۵، مجمع الزوائد ص۱۱۷ ج ۴)

قال الھیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ: رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجال احمد رجال الصحیح

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سود کا ایک درہم جسے کوئی جانتے ہوئے استعمال کرے چھتیس زنا سے بدتر ہے۔"

(۹) عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما ظھر فی قوم الزنا والربا الا احلوا بانفسھم عقاب اللہ (مسند ابی یعلیٰ ص۵۴۲ مجمع الزوائد ص۱۱۸ ج ۴)

قال الھیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ: رواہ ابو یعلیٰ واسنادہ جید۔

وقال المنذری رحمه الله تعالیٰ : رواه الطبرانی فی الکبیر باسناد جید

(الترغیب والترهیب ص۳۹۰ ج ۲)

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جس قوم میں زنا و ربا کا ظہور ہوا اس قوم نے یقیناً اللہ تعالیٰ کا عذاب اپنی جانوں پر اُتار لیا۔“

(۱۰) عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : لیلة اسری بی لما انتهینا الی السماء السابعة فنظرت فوقی قال عفان فوقی فاذا انا برعد وبرق وصواعق قال فاتیت علی قوم بطونهم کالبیوت فیها الحیات تری من خارج بطونهم قلت من هؤلاء یا جبریل ؟ قال هؤلاء اکلة الربا الحدیث (مسند احمد ص۳۵۳ ج ۲، سنن ابن ماجة ص۱۶۴، مجمع الزوائد ص۱۱۷ ج ۴، تفسیر ابن کثیر ص۳۲۶ ج ۱)

قال الهیثمی رحمه الله تعالیٰ : وفیه علی بن زید وفیه کلام والغالب علیه الضعف۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : شبِ معراج میں جب ہم ساتویں آسمان پر پہنچے تو میں نے اوپر کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو اچانک گرج بجلی اور کڑک محسوس کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ایک ایسی قوم پر میرا گزر ہوا جن کے پیٹ ایسے تھے جیسے (بڑے بڑے) مکان ہوں، جن میں سانپ (بھرے ہوئے) تھے، جو پیٹوں سے باہر (صاف طور پر) نظر آرہے تھے، میں نے پوچھا جبریل ! یہ کون لوگ ہیں ؟ انھوں نے بتایا : کہ یہ سود خور ہیں۔“

(۱۱) قال صلی الله علیه وسلم فی خطبة حجة الوداع : الا کل شیء من امر الجاهلیة تحت قدمی موضوع ودماء الجاهلیة موضوعة وان اول دم اضع من دمائنا دم ابن ربیعة بن الحارث کان مسترضعا فی بنی سعد فقتلته هذیل، وربا الجاهلیة موضوعة واول ربا اضع ربانا ربا عباس بن عبد المطلب فانه موضوع کله الحدیث (صحیح مسلم ص۳۹۷ ج ۱، مسند احمد ص۲۸۰ ج ۲۱ وغیرهما)

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے طویل خطبہ میں ارشاد فرمایا : سن لو ! زمانۂ جاہلیت کی تمام رسمیں میرے قدموں تلے روندی گئیں اور زمانہ جاہلیت کے خون (یعنی ان کے قصاص و دیت) ختم کر دیے گئے، سب سے پہلا قتل جسے میں معاف کرتا ہوں وہ اپنے خاندان میں سے ربیعہ بن

حارث کا قتل ہے جو قبیلہ بنی سعد میں شیرخوار تھے اور انہیں قبیلہ ہذیل نے قتل کر دیا تھا، اور زمانۂ جاہلیت کے تمام سود بھی (پاؤں تلے) روند دیئے گئے، اور سب سے پہلا سود جو میں چھوڑتا ہوں وہ (میرے چچا) عباس بن عبد المطلب کا سود ہے وہ سب کا سب چھوڑ دیا گیا۔

(۱۴) وکتب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاھل نجران: بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ھذا ما کتب محمد النبی رسول اللّٰہ لنجران (الیٰ قولہ) ولنجران وحاشیتھا جوار اللّٰہ وذمۃ محمد النبی علی انفسھم وملتھم وارضیھم واموالھم وغائبھم وشاھدھم وعشیرتھم وبیعھم وان لا یغیر واما کانوا علیہ ولا یغیر حق من حقوقھم ولا ملتھم (الیٰ) ومن اکل ربا من ذی قبل فذمتی منہ بریئۃ (دلائل النبوۃ للبیہقی ص۳۸۹ ج ۵، زاد المعاد ص۴۱ ج ۳)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کے لئے یہ تحریر لکھوائی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ وہ عہد نامہ ہے جو محمد رسول اللہ نے اہل نجران کیلئے لکھوایا (الیٰ قولہ) نجران اور اس کے ملحقات کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ اور محمد رسول اللہ کی طرف سے حفاظت کی ذمہ داری ہے، ان کی جانوں کے لئے، انکے مذہب کے لئے، ان کی اراضی و اموال اور ان کے غائب و حاضر کے لئے اور ان کی برادری اور ان کی عبادت گاہوں کے لئے، اور اس بات کی ذمہ داری ہے کہ ان کے دین و مذہب اور حقوق میں سے کسی چیز میں تبدیلی نہ لائی جائے گی اور ان اہل ذمہ میں سے جو شخص سود کھائے گا تو اس سے (مذکورہ بالا تمام امور میں) میں بری الذمہ ہوں۔“

اختصار کے پیش نظر انہی روایات پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ کتب احادیث و تفاسیر میں تقریباً اتنی ہی روایات مذمت ربا پر مزید ملتی ہیں۔

معاشی نقصانات:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وعیدوں کے بعد سود خوری کی روحانی اخلاقی اور معاشی تباہ کاریوں پر بھی مختصر سی نظر ڈال لی جائے، جن کو چشموں کو سود کی ظاہری چمک دمک نے خیرہ کر رکھا ہے شاید ان سطور کو دیکھ کر ان میں کسی کی چشم بصیرت وا ہو اور اسے

نظر آجائے کہ یہ منقش سانپ اندر سے کس قدر زہر آشام اور تباہ کن ہے۔

① اس حقیقت سے کسی کو اختلاف نہیں کہ سود کی بنیاد خود غرضی، مفاد پرستی اور زرطلبی پر ہے، اس میں چند گنتی کے مہاجن ساہوکار اور بینکار بنی نوع آدم کا خون چوس چوس کر پلتے ہیں، کوئی بتائے کہ جس نظام کا منتہائے مقصود معدودے چند افراد کا مفاد ہو، مفاد بھی ایسا جو پوری ملت کی معاشی موت سے وابستہ ہو۔ اس نظام میں انسانیت کی فلاح و بہبود کہاں سے آئے گی۔

اگر اس نظام سے وابستہ افراد میں ایثار و سخاوت اور شرافت و انسانیت کا جوہر مٹ کر بالکل نابود ہو جائے بلکہ اس نظام کے تحت پروان چڑھنے والا پورا معاشرہ ہی خود غرضی، دنیا طلبی اور آخرت سے بیزاری کا شاہکار معاشرہ ہو تو یہ محل تعجب نہیں، ع

نمی روید از تخم بد بار نیک

② انسانی فطرت اور اصول معاش کا تقاضا یہ ہے کہ کاروبار معاش میں شریک تمام افراد اس کے نفع و ضرر میں بھی یکساں شریک رہیں۔ منافع ہوں تو سب کے لئے، اور خسارہ ہو تب بھی سب کے سر۔

مگر سود خوروں کا قانون اس فطری اصول سے الگ تھلگ اور سب سے نرالا ہے کہ وہ سرمایہ قرض دے کر اندیشۂ سود و زیاں سے بے نیاز گھر میں بیٹھ جاتے ہیں، اب کاروبار میں نقصان ہو تو یہ پورا نقصان فقط ان عاملین کے کھاتے میں آئے گا جو اپنے جسم و جاں کی تمام صلاحیتیں اس پر کھپاتے رہے، اور منافع ہوں تو ان میں اولین حصہ سود خور بنیا کا ہو گا۔

غرض کاروبار میں بچت ہو یا سراسر خسارہ بلکہ اصل سرمایہ ہی ڈوب جائے اور بیچارے قرضداروں کی کری کرائی سب خاک میں مل جائے مگر ان کے ساہوکاروں کو ان باتوں کا کوئی خرخشہ نہیں، انھیں بہر قیمت سود کی لگی بندھی رقم گھر بیٹھے ملتی رہنی چاہیئے، کیا کہنے اس قساوت و شقاوت کے۔

③ طمع و لالچ اور خود غرضی چونکہ سود خوروں کے رگ و ریشے میں رچ بس جاتی ہے اس لئے وہ سرمایہ صرف انہی لوگوں کو دینا پسند کرتے ہیں جن سے سود زیادہ سے زیادہ ملنے کی امید ہو، کسی مسکین اور مفلوک الحال انسان کو قرض حسن تو کجا کم شرح سود پر قرض

ملکی معیشت پر اس کا جو اثر پڑتا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

(۵) جب دولت ہر طرف سے سمٹ کر چند ہاتھوں میں آجاتی ہے تو یہ مغرور لوگ اپنی دولت کے بل پر پسماندہ طبقہ کے جسم وجان، عزت وآبرو اور مال ومتاع غرض ہر چیز پر تسلط جمالیتے ہیں، انھیں غلام بنا کر ان کی عزتوں تک سے کھیلتے ہیں، ان کی پونجی لوٹ کر انھیں بے آبرو اور بھوکا ننگا کر کے چھوڑنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ جس ہلکان کاشتکار، نیم جان مزدور اور دٹ پونجیے سوداگر کو یقین ہو کہ میری دن بھر کی محنت ومشقت کا ثمرہ سموچا ساہوکار لے اُڑے گا اور میرے پلے بجز حسرت ویاس کچھ باقی نہ رہے گا، تو کیا یہ سوچنے میں وہ حق بجانب نہیں کہ دن بھر کی جان کاہی سے مجھے کیا فائدہ؟ اگر یہ سوختہ نصیب جی ہار کر بیٹھ جائے، یا زندگی سے تنگ آکر خودکشی کرلے، یا "تنگ آمد بجنگ آمد" کے مصداق چور، ڈاکو، اُچکا اور اٹھائی گیرا بن جائے تو یہ بات کچھ انہونی نہیں بلکہ عین قرینِ قیاس ہے۔

اب سوچا جائے کہ مسکین اور متوسط طبقہ جو معاشی ڈھانچے کا اصل قوام اور معاشرہ کا اکثریتی عنصر ہے، اس کا جذبۂ عمل سرد پڑ جانے سے قومی معیشت کس بری طرح متأثر ہوگی؟ لاکھوں افراد کے افلاس، بے روزگاری، ملکی صنعت، تجارت، زراعت ودیگر کاروبار زندگی کو کس حد تک مفلوج کردے گی؟ یہ حقیقت محتاج بیان نہیں۔

غرض! اس غیر فطری نظام میں اگر فائدہ ہے تو صرف چند ساہوکار سود خوروں کا، انہی کو یہ پالتا پوستا اور آگے بڑھاتا ہے، باقی تمام عاملین معاش کے لئے پیغام مرگ ہے، ان کی معیشت واقتصاد، عزت وناموس اور اخلاق وروحانیت غرض ہر چیز کا جنازہ نکال دیتا ہے۔

(۶) سودی کاروبار میں لوگوں کا اپنا سرمایہ نہیں ہوتا یا نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے، جب اس مال پر من جانب اللہ محق کی افتاد پڑتی ہے اور سود خور پورے سرمایہ سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے تو وہ کبھی سنبھلنے کے قابل نہیں رہتا، ایک بار گرتا ہے تو گرتا ہی چلا جاتا ہے، نتیجہ یہ کہ اس کا تو اصل سرمایہ اگر کچھ تھا تو صرف وہی گیا اور بنک کا دیا ہوا پورا قرض ڈوب گیا، گویا سود خور کو جب تک نفع ملتا رہا تو وہ اپنی جیب بھرتا رہا جب خسارہ ہوا تو

وہ کل کا کل یا اس کا اکثر حصہ قوم کے سر آ رہا۔

تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ

یہ سود کے نقصانات اور اس کی تباہ کاریوں کا ایک سرسری جائزہ تھا، تفصیل کا یہ موقع نہیں، ان معاشی اور اخلاقی نقصانات کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن و حدیث کی وعیدوں کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کچھ محل تعجب نہیں رہتی کہ تمام کبیرہ گناہوں کی بنسبت اسی ایک گناہ پر اتنی سخت وعیدیں کیوں سنائی گئیں؟

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو:

یہ مضمون نامکمل رہے گا اگر سود خوروں کے عبرت آموز انجام کے چند واقعات درج کر کے ارشاد الٰہی:

یمحق اللہ الربٰو ......

کی صداقت پر منہ بولتی شہادتیں نہ پیش کی جائیں۔

درج ذیل دو واقعے ایک ثقہ راوی نے بندہ سے بیان کئے دونوں واقعے اس کے سامنے گزرے ہیں۔

(۱) شہر...... کا مشہور ترین زرگر جس کی ان گنت دولت اور وسیع شہرت کے ناتے پورے شہر پر دھاک بیٹھی تھی، بچے بچے کی زبان پر اس کا نام تھا، اس نے شہر کے ہندو زرگروں سے سودی لین دین شروع کیا تو یکلخت اس کی دولت و شہرت کو بھی گھن لگنا شروع ہو گیا، اس کی نرینہ اولاد نہ تھی، صرف دو لڑکیاں تھیں، دونوں کی شادیاں کیں، بڑا داماد بے دین، جواری اور اوباش قسم کا لڑکا نکلا، جوئے، تاش اور شراب و شباب میں اس کی دولت لٹاتا رہا، آخرش ایک روز نشے میں دھت ریل کے نیچے آ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، کچھ دولت دوسرے داماد کے ہاتھ لگ گئی، سیٹھ صاحب جب تہی دست ہو گئے تو دونوں مکان بیچ کر شہر سے سیکڑوں میل دور ایک جگہ جا پڑے اور وہیں حسرت کی موت مر گئے، ایک وقت تھا کہ پورے شہر میں ان کا طوطی بولتا تھا مگر اب نام و نشان مٹ چکا۔

(۲) اسی پیشہ سے منسلک ایک بہت بڑا سیٹھ جو کروڑوں میں کھیلتا تھا، کام کی اتنی بہتات کہ ایک بار میں کسی کام سے اس کی دوکان پر گیا تو تل دھرنے کی جگہ نہ

تھی، کم وبیش بائیس تیئیس کاریگر بیٹھے مصروفِ کار تھے، اور طویل رات جاگنے کے سبب سب کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، اسے بھی سودی کاروبار کی لت پڑی جس کی نحوست سے ساری دولت گنوا کر کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا، پوری جائیداد اسی لعنت کی نظر ہو گئی، ساٹھ پینسٹھ لاکھ کی کوٹھی قرضخواہوں کے دباؤ میں آکر اونے پونے داموں بیچ دی۔ اسی طرح لاکھوں روپے کی قیمتی اراضی اور دو کان بھی نیلام پر چڑھ گئیں، جب پوری جائیداد سے بھی قرض پورا نہ ہوا تو تنگ آکر خودکشی کی ٹھان لی، جب بار بار کی یہ کوشش بھی ناکام گئی تو قرضخواہوں کے خوف سے روپوش ہو گیا اور اس خوف کے مارے بچیوں کی شادی تک میں شرکت نہ کی، اب بیرونِ ملک کسی جگہ سیاسی پناہ لے کر زندگی کے ایام پورے کر رہا ہے۔ اس کا بھی کسی وقت پورے شہر میں ڈنکا تھا مگر اب ! ع

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

③ ایک دوست نے بندہ کو اپنی دردبھری کہانی سنائی:

”فلاں بیوپاری نے علاقے میں آکر ادھار مال خریدا، میں نے قدیم تعلق اور اس کی دیانتداری کی شہرت کے سبب ضمانت اٹھالی، قرض کی میعاد گزر گئی مگر وہ نہ آیا، طویل انتظار کے بعد اس کے گھر لاہور پہنچا تو پتہ چلا کہ وہ دیوالیہ ہو چکا، اس لئے قرضخواہوں سے چھپ کر کراچی چلا گیا اور کسی جگہ محنت مزدوری کر رہا ہے، میں کراچی پہنچا تو مجھ سے مزید مہلت طلب کی اور طفل تسلیاں دیکر مجھے رخصت کر دیا، آخر انتظار کر کر کے دوبارہ کراچی پہنچا تو معلوم ہوا لاہور چلا گیا ہے، میں لاہور پہنچا تو وہاں سے بھی غائب۔

قصہ کوتاہ ایک لاکھ سے کچھ زائد قرضخواہوں کی رقم سے سر آپڑی جو میں نے چار و ناچار اپنی گرہ سے ادا کر دی۔“

اس وقت بھی جب یہ سطور زیر تحریر ہیں وہ اس کے تعاقب میں کراچی گیا ہوا ہے۔

یہ کہانی سن کر بندہ کا دل بھر آیا اور اسے سمجھایا:

”اللہ کے بندے! مالی معاملات میں بہت سوچ بچار سے کام لیا جاتا ہے تمہیں

اتنا بھی معلوم نہیں کہ اس زمانہ میں کسی کی ذمہ داری اٹھانا آپ اپنے پاؤں پر کلہاڑی چلانے کی حماقت ہے۔"

وہ بولا:

"اس سے میری بیس سال سے شناسائی ہے، پہلے بھی میں اس کی ضمانت دیتا رہا مگر آج تک اس نے وعدہ خلافی نہ کی تھی۔"

بندہ نے بھی اس بیوپاری کی شہرت سن رکھی تھی۔

یہ باتیں سن کر مزید حیرت ہوئی کہ اتنے عرصہ بعد اس پر یہ کیسی افتاد پڑی؟

آخر ایک دوسری ملاقات کے دوران اسی دوست نے بتایا:

"اس کے گھر جاکر حالات کے تتبع سے معلوم ہوا کہ ظالم نے اس بار سود پر رقم لے کر کاروبار شروع کیا تھا۔"

(۴) تاج کمپنی کا انجام سب کو معلوم ہے۔

بہیمیت کی انتہاء:

سود خور مال و زر کی محبت میں ایسا مخبوط اور باؤلا ہو جاتا ہے کہ اسے کسی انسان کی جان و مال یا عزتِ نفس کا پاس نہیں رہتا، اسے کوئی چیز عزیز ہے تو وہ اپنی غرض اور اپنا مفاد ہے خواہ کسی قیمت پر ہی حاصل ہو۔ سود خور کی بہیمیت کا اندازہ درج ذیل واقعات سے لگایا جاسکتا ہے:

(۱) ایک مسکین شخص نے ساہوکار سے پانچ ہزار روپے لئے مگر افلاس کے سبب ادائیگی نہ کر سکا، ساہوکار نے ایک تو سود پر سود لگانا شروع کر دیا، دوسرا اسے بیوی بچوں سمیت غلام بنا کر بیگار لینا شروع کر دی، "بیک کرشمہ دو کار"

آخر عرصۂ دراز کے بعد ساٹھ ہزار روپے دے کر اس کے پنجۂ ستم سے رہائی پائی۔

(۲) ایک مسکین نے ساہوکار سے کسی وقتی ضرورت کے تحت چند روپے لئے جو بڑھتے چڑھتے کئی ہزار بن گئے، اس نے بھی مسکین کو چنگل میں پھنسا کر پورے گھرانے سمیت غلام بنا لیا، دن بھر بیگار لینے کے بعد رات کو مردوں کو بیڑیاں لگا دیتا، آخر آزادی کی صورت یہ نکلی کہ ساہوکار نے اپنے ایک قرضخواہ کے ہاتھ اسے پانچ ہزار میں فروخت کر دیا، اس نے یہ قرض وصول کر کے اسے آزادی دی۔

(۳) ایک شخص نے پانچ ہزار قرض لئے اور چودہ ہزار روپے دیکر خلاصی پائی۔

یہ تینوں واقعات ایک بزرگ عالم دین نے بندہ کو بتائے اور فرمایا:

"سود کی لعنت اور وبال سے تباہ ہونے والے یہ لوگ ابھی زندہ ہیں"

ان کے نام اور پتے بھی دیئے۔

(۴) امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہٗ نے ۱۹۲۷ء میں جمعیۃ علماء ہند کے سالانہ اجلاس منعقدہ پشاور کی صدارت فرمائی اور اس کے لئے ایک معرکۃ الآراء تاریخی خطبہ تحریر فرمایا، اس خطبہ صدارت میں انچاس عنوانات کے تحت ہندی مسلمانوں کو درپیش مسائل کا تذکرہ اور ہر مسئلہ کا شریعت کی روشنی میں بہترین حل پیش کیا گیا ہے، اس خطبہ کے اہم اقتباسات حضرت کے سوانح نگار اور فرزند ارجمند مولانا انظر شاہ صاحب نے حضرت کی سوانح حیات "نقش دوام" میں پیش کئے ہیں، مولانا ایک جگہ لکھتے ہیں:

"صاحب خطبہ نے ان مہلک رسوم پر طویل خامہ فرسائی کے بعد اس سودی کاروبار پر خاص توجہ فرمائی جس سے مسلمانوں کی اقتصادی حالت تباہ و برباد ہو کر رہ گئی جیسا کہ سطور بالا میں گزرا، یہ سودی قرضے بالعموم شادی بیاہ موت و پیدائش کی غلط رسوم کی ادائیگی کے لئے لئے جاتے اور اس طرح عمر بھر کے لئے ایک بے درمان مصیبت کو خرید لیا جاتا، اسلام میں جن چند گناہوں کو کبائر میں شمار کیا ہے اور جن کی سزا دخول جہنم کے سوا اور کچھ نہیں ان میں سودی کاروبار ہے۔"

بہرحال حضرت شاہ صاحب نے صورت حال کی تباہی و بربادی پر توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"سود کی مثال جذام کے مرض جیسی ہے جو بڑھتا ہی جاتا ہے اور کم نہیں ہونے پاتا، حسب قواعد شرعیہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سود ایک لعنت ہے جو دینے والے، لینے والے، کھانے والے، کھلانے والے، اس پر گواہ بننے والے اور اس کی تحریر لکھنے والے پر مساوی تقسیم ہوتی ہے، یہ دنیا میں روحانی، اخلاقی جذام ہے اور آخرت میں جہنم کا موجب ہے۔"

بلکہ صاحب خطبہ نے بعض اسلامی ریاستوں کی تباہی کا سبب نصاریٰ سے بھاری بھاری رقوم بطور سود لینا اور عدم ادائیگی کے نتیجہ میں ریاستوں کا ہاتھ سے نکل جانا قرار دیا ہے (ص ۲۳)

مولانا لکھتے ہیں :

"مگر افسوس کہ امت محمدیہ ہی کے معاند طبقہ نے اپنے پیغمبر جلیل کی حکم عدولی کو اس شعبہ میں بھی ترک نہیں کیا، ایک ملک سے "مجاہدین" کا طبقہ سروں پر خاص پگڑیاں، جسم پر نقش و نگار وکشیدہ کاری سے مزین واسکٹیں اور کئی گز کی شلوار پہنے ہوئے ہاتھ میں سونٹا دبائے ہوئے ہندوستان میں داخل ہو گیا اور یہاں سودی قرضے دینا اور بقہر ان قرضوں کی وصولیابی کے جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگا۔" (ص ۲۳)

حاشیہ میں لکھتے ہیں :

"مجاہدین کا یہ گروہ اپنے سودی قرضوں کی وصولیابی میں کس قدر تشدد پسند واقع ہوا تھا؟ ایک ثقہ راوی نے اس فقیر حقیر کو سنایا، سنبھل ضلع مراد آباد میں ایک مقروض کی وفات ہو گئی، میت کا جنازہ اٹھا کر نماز کے لئے لیجانے لگے تو مجاہد اپنے سونٹے کے ساتھ اچانک ظہور پذیر ہوا بولا بلکہ غرایا :

"بابا یہ ہمارا مقروض ہے، ہم اس سے اپنا قرضہ وصول کرے گا۔"

شریک جنازہ لوگوں نے منت سماجت سے کہا کہ یہ تو غریب مرچکا اب اسے معاف کیجیے، لیکن سودخوری جس قساوت کو پیدا کرتی ہے وہ کہاں ماننے والی تھی، کوہ پیکر مجاہد نے کاندھوں پر سے جنازہ اُتروا کر رکھ لیا، ڈنڈے کو دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لیا اور اس وقت تک جنازہ نہیں اٹھنے دیا تاوقتیکہ غریب مسلمانوں نے چندہ کر کے اس کے مطالبہ کی تکمیل نہیں کر دی، اللّٰهم احفظنا من هذه القساوة ونعوذ بالله من الشقاوة ومن التجاوز على الله ورسوله۔

جس زمانے میں سود کے جواز و عدم جواز کی بحث زور و شور پر تھی حضرت شاہ صاحب کو پنجاب کے سفر میں لاہور میں قیام کرنا ہوا، لاہور کے علماء اور زعماء فرودگاہ پر جمع ہو گئے، جن میں مولانا ظفر علی خاں اخبار "زمیندار"

والے بھی تھے، موصوف بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو سود خوری کو مسلمانوں کے لئے سود مند سمجھتا، اس نیت سے کہ حضرت شاہ صاحب سے کوئی جواز حاصل کر لیا جائے سوال کیا تو حضرت نے ڈیڑھ دو گھنٹے سود کی حرمت اور اس کی ہلاکت و بلا انگیزیوں پر سیر حاصل گفتگو کی جو ظفر علی خاں کے مقصد کے بالکل خلاف پڑی، وہ بھی جہاں دیدہ تھے اسلوب بدل کر پھر سوال کیا تو شاہ صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا:

"بھائی! ہم مسئلہ کشف کر چکے، اب جس کو جہنم میں جانا ہو چلا جائے لیکن ہماری گردنوں کو پل نہ بنائے۔"

یہ مختصر حیلہ سود کی ان معرفتوں پر خوب پھیلا ہوا ہے جس کا سلسلہ دنیا کے دول سے چل کر جہنم تک دراز ہے۔

علامہ رشید رضا نے "المنار" میں ایک عبرت انگیز واقعہ سود سے متعلق آیات کے تحت اپنے مشہور وطن "مصر" کا چشم دید لکھا ہے:

"ایک زاہد و پاکباز مصری متمول اپنی دولت سے غریبوں کی بھرپور مدد کرتے، کوئی قرض لیتا تو بے تکلف رقم دیتے، جس کی نہ کوئی تحریر ہوتی اور نہ کتابت، مقروض خود ہی توجہ دلاتا کہ اطمینان کے لئے کچھ لکھ لیجئے، اس پر ان کا جواب یہ ہوتا:

"بھائی لوٹا کر دیدو گے تو تمہارا احسان، نہیں دو گے تو خدائے تعالیٰ احسن الجزاء عنایت فرمائیں گے بہرحال میں تو نفع میں ہوں، پھر تحریر لکھ کر اپنے ثواب و اجر کو کیوں کم کروں"؟

حالات و مزاج نے رُخ پلٹا تو یہی صاحب بدقسمتی سے سود لینے لگے اور پھر وہ وقت آیا کہ اپنے بیٹے کو بھی رقم دی تو سود ہی پر دی۔

ہمارے اس ہندوستان میں مہاجنی استبداد اور سودی کاروبار نے لاکھوں انسانوں کو جس طرح تباہ کیا اس کی ایک مختصر تفصیل یہ ہے کہ یوپی کے مشہور شہر "گورکھپور" میں ایک صاحب نے مہاجن سے دس ہزار روپے سود پر لئے، چار سالی کے عرصہ میں پچاس ہزار بمد سود ادا کرنے کے باوجود زر اصل کی ادائیگی

دستور قائم ہے۔

"شہر گیا" میں ایک اسکول کے ٹیچر نے پندرہ برس پہلے پانچ سو روپے سود پر لیے، ماہانہ مسلسل ادائیگی کے باوجود جبکہ وہ اصل رقم سے بہتر گنی رقم یعنی چھتیس ہزار روپے دے چکا ہے، لیکن پھر بھی اصل رقم کی ادائیگی ہنوز نہیں ہو سکی۔

کان پور اور صنعتی شہروں میں فیکٹری کے ملازم جو مہاجنوں کی گرفت میں مبتلا ہیں ان کا تناسب ستر فیصدی ہے، ان کی تنخواہیں مہاجن وصول کر لیتے ہیں اور ان غریب مزدوروں کو ایک کوڑی بھی مشاہرہ سے نہیں ملتی۔

جو بربریت، بہیمیت اور درندگی سود خور میں پیدا ہوتی ہے اس کا نادر المیہ "جاسنالہ" میں اس طرح پیش آیا کہ حال ہی میں اس شہر کی کوئلہ کی کان میں سیکڑوں مزدور پانی بھر جانے کی وجہ سے غرق ہو گئے، حکومت نے بطور امداد رقم دی جسے بالا بالا ہی مہاجنوں نے وصول کر لیا اور پسماندگان کو انسانوں کی موت کے ساتھ اس امداد کو بھی بطور حسرت دیکھنا پڑا جو حکومت نے پیش کی تھی۔

ان چند واقعات سے معلوم ہو گا کہ اسلام کی نظر اس مہاجنی نظام کی ہلاکت انگیزیوں پر کس قدر دقیق و دور رس تھی کہ اس نے اسلامی معاشرہ میں سود کے لئے کوئی خفی جلی گنجائش باقی نہیں چھوڑی۔

مظلوم طبقہ کی آہ و پکار پر حکومتیں متوجہ ہوئیں تو زیادہ سے زیادہ شرح سود کم کرنے کی طرف رخ رہا لیکن سرے سے اس کی ممانعت یا اس ملعون پیشہ پر مکمل پابندی بجز اسلام کے اور کسی کے حصہ میں نہیں آئی، لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ متعصب دنیا اسلامی قوانین کی خوبیوں اور فلاحی اسکیموں سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیار نہیں۔" (صدق [illegible])

اب ہم ان تلبیسات کا ذکر کرتے ہیں جن کے ذریعے سود خور اس لعنت کو جائز ثابت کرنا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو [illegible] عطا فرمائیں۔

سود خور ملحدین کی تلبیسات :

① حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے :

ثلاث وددت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عهد الینا فیهن عهدا ننتهی الیه الجد والکلالة وابواب من ابواب الربا (تفسیر ابن کثیر ص۳۲۸ ج۱)

”تین چیزوں کے متعلق میری آرزو رہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے انھیں کھول کر بیان فرما دیتے کہ ہم مطمئن ہو جاتے، دادا اور کلالہ کی میراث کا مسئلہ اور کچھ باب ابواب ربا میں سے۔“

اس ارشاد کو ڈھال بنا کر بعض ملحدین نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ چونکہ ربا کی کوئی متعین تعریف بیان کئے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے وصال فرما گئے اس لئے اس کا مفہوم مبہم رہ گیا، لہٰذا ربا کی تعریف و تعیین کے متعلق فقہاء نے جو لکھا ہے یہ انکا اپنا وجدان یا اجتہاد ہے نہ کہ حکم قرآن۔

ملحدین کی یہ منطق تلبیس ابلیس، اور کھلی فریب دہی کے سوا کچھ نہیں، حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد صرف ربا کی دوسری قسم (ربا الفضل) کی بعض تفصیلات جزئیہ سے متعلق ہے نہ کہ نفس ربا سے متعلق۔ ربا کی صورت مروجہ جو نزول قرآن کے وقت بھی آج ہی کی طرح شائع تھی کبھی مبہم نہیں رہی، چنانچہ ربا سے متعلق آیات قرآنیہ اُترتے ہی تمام موافق و مخالف ان کا منشأ سمجھ گئے اور اسکی حقیقت و ماہیت دریافت کئے بغیر حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تو یکلخت سودی لین دین ترک کر دیا لیکن بدبخت کفار شیطانی قیاس لڑا کر اسے جائز ثابت کرنے پر تل گئے۔

﴿قالوا انما البیع مثل الربوا﴾۔

ملحدین سوچ لیں کہ اپنا رشتہ کس سے جوڑ رہے ہیں؟

مسئلہ ربا کی حقیقت روز اول سے تا امروز بالکل بے غبار اور ظاہر و عیاں ہے، اس لئے قرآن نے بھی اسے دہرانے کی ضرورت نہ سمجھی ”عیاں راچہ بیاں“

البتہ اس کی بعض جزئیات میں اختلاف کی گنجائش موجود ہے جن میں حضرات مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کی آراء مختلف ہیں، اور یہ اختلاف یقیناً امت کے حق میں رحمت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اشکال بھی اسی نوعیت کی بعض اجتہادی صورتوں میں تھا، ورنہ ربا کی حقیقت کسی عامی کے لئے بھی محل اشکال و اجمال نہیں، کجا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عظیم المرتبہ اور صاحب علم و اجتہاد شخصیت۔

آپ کے ارشاد میں جد اور کلالہ کا بھی ذکر ہے حالانکہ بنیادی طور پر ان کے مسئلہ میراث میں بھی کوئی ابہام نہیں، کلالہ کا مسئلہ قرآن مجید میں اور جد کا مسئلہ احادیث میں مذکور ہے، ان کے ذکر کرنے کا بھی واحد سبب یہی ہے کہ ان کی تفصیلات میں جزئی طور پر بعض اختلافات ہیں، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلکہ ہر فقیہ و مجتہد کے لئے موجب فکر و تشویش ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کے ازالہ کی خواہش ظاہر کی۔

علاوہ بریں خاص ربا کے متعلق آپ کا صریح ارشاد موجود ہے:

عن القاسم بن عبد الرحمٰن قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکم تزعمون انا لا نعلم ابواب الربا ولأن اكون اعلمها احب الی من ان یکون لی مثل مصر و کورها و من الامور امور لا یکن یخفین علی احد هو ان یبتاع الذهب بالورق نسیئا و ان یبتاع الثمرة وهی معصفرة لم تطب و ان یسلم فی سن (مصنف عبد الرزاق ص۲۶ ج ۸)

"حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا، تم لوگ گمان رکھتے ہو کہ ہمیں ربا کے مسائل معلوم نہیں، اگر میں ان (تمام مسائل) کو جان لیتا تو یہ بات مجھے مصر اور متعلقات مصر کی عظیم سلطنت ملنے سے بھی زیادہ عزیز ہوتی، (تاہم اس جزئی اشکال کے باوجود) مسائل ربا میں کئی مسائل ایسے ہیں جو کسی شخص پر بھی مخفی نہیں وہ یہ کہ سونے کو چاندی کے عوض ادھار فروخت کیا جائے اور ناپختہ پھل کو پکنے سے پہلے فروخت کیا جائے اور جانوروں کی بیع سلم کی جائے۔"

اس ارشاد فاروقی سے یہ مسئلہ بالکل الم نشرح ہو گیا کہ ربا کی تعریف میں کوئی ابہام نہیں، ابہام یا اشکال ہے تو صرف اس کی بعض جزئیات میں، اس جزئی اور ضمنی اختلاف کا بہانہ بنا کر ربا کے صاف و صریح احکام کا انکار کرنا درحقیقت نصوص کا انکار ہے اور شاید ان منکرین کے علم میں نہیں کہ اس نوعیت کا اختلاف صرف مسئلہ ربا میں ہی

نہیں نماز، روزہ، زکوٰۃ غرض اسلام کے تمام اساسی احکام میں موجود ہے اور مسئلہ ربا کی بنسبت کئی گنا زیادہ ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

حضرات صحابہ کرام میں ہزاروں مسئلے مختلف فیہا ہیں اور ائمہ اربعہ کے یہاں تو شاید فقہ کی کوئی جزئی ہو جو مختلف فیہ نہ ہو، چار رکعت نماز میں نیت باندھنے سے سلام پھیرنے تک تقریباً دو سو مسئلے ائمہ اربعہ کے یہاں ایسے مختلف فیہ ہیں جو مجھ کوتاہ نظر کی نگاہ سے بھی گزر چکے ہیں اور اس سے زائد نہ معلوم کتنے ہوں گے۔

(فضائل تبلیغ ص ۳۵)

اب یہ لوگ چاہیں تو ان اختلافات کا بہانہ بنا کر نماز بلکہ دین کے پورے احکام سے چھٹی کرلیں۔

② جواز سود پر دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے:

قرآن مجید نے باطل طریقوں سے دوسروں کا مال کھانے سے منع فرمایا ہے:

لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الآیۃ

اس آیت کا مصداق فقط وہی ذرائع آمدن ہوں گے جن میں دوسروں کا مال ان کی رضا ورغبت کے بغیر حاصل کیا جاتا ہے، جیسے سرقہ، غصب، خیانت وغیرہ، اور سود کا قرض کا معاملہ فریقین کی رضا ورغبت سے طے ہوتا ہے بلکہ یہ عموماً قرضدار کی تحریک پر ہوتا ہے، لہٰذا اس کے عدم جواز کی کوئی عقلی توجیہ سمجھ میں نہیں آتی۔

جواب:

اوّل تو اکل بالباطل کی یہ تفسیر ہی باطل ہے، مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریح کے مطابق حصول مال کے تمام غیر مشروع اور ناجائز طریقے "اکل بالباطل" میں داخل ہیں، عام ازیں کہ وہ فریقین کی رضا سے طے پائیں یا بلا رضا۔

قال الامام القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ:

من اخذ مال غیرہ لا علی وجہ اذن الشرع فقد اکلہ بالباطل۔

(الجامع لاحکام القرآن ص ۳۳۸ ج ۲)

وقال العلامۃ البغوی رحمہ اللہ تعالیٰ:

(بالباطل) بالحرام یعنی بالربا والقمار والغصب والسرقۃ والخیانۃ ونحوھا۔
(معالم التنزیل صفحہ ۲۲ ج ۲)

دوسرے اسی آیت میں یہ بھی ہے:

الّا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔

"ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ، لیکن کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے ہو تو مضائقہ نہیں۔"

صرف فریقین کی رضامندی کافی تھی تو تجارت کی شرط کیوں لگائی گئی؟ صرف الّا عن تراض منکم ہی کیوں نہ فرمایا؟

معلوم ہوا کہ بغیر مالی معاوضہ کے جو نفع اور زیادتی حاصل ہو وہ حرام ہے خواہ رضا و خوشدلی سے ہی حاصل ہو۔

تیسرے صرفی سود (جو کسی نجی ضرورت پر قرض دیکر لیا جائے) کو یہ لوگ خود بھی حرام کہتے ہیں، حالانکہ وہ بھی باہمی رضامندی سے ہوتا ہے وہی سود تجارتی قرض میں آکر کیسے حلال ہو گیا؟ پھر تجارت کے لئے عموماً بینکوں سے سود پر روپیہ حاصل کیا جاتا ہے اور خسارہ کی صورت میں خمیازہ پوری قوم کو بھگتنا پڑتا ہے، کیا قوم کا ہر فرد اس یک طرفہ کھیل پر راضی ہوتا ہے؟ جو معاملہ ایک فرد کے لئے موجب نقصان ہونے کے سبب ناجائز ہے وہی معاملہ پوری ملت کے لئے تباہی و ہلاکت کا سبب بننے کے باوجود کیسے جائز قرار پایا؟

یہ جوابات علی سبیل التنزل دیدیئے گئے ہیں ورنہ اس استدلال کی سطحیت اور کھوکھلا پن ایسا ظاہر ہے کہ کوئی عقلمند انسان اس سے فریب نہیں کھا سکتا، اگر سود خوروں کی یہ ایچ تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کر لی جائے تو پھر سود ہی کا کیا ذکر؟ جوئے کا وسیع کاروبار، بدکاری کے اڈے، رشوت کی گرم بازاری اور دوسرے تمام شیطانی مراکز باہمی رضامندی بلکہ رضاجوئی سے چل رہے ہیں، پھر کیوں نہ ان کو بھی جواز کی سند دیدی جائے؟

(۴) ایک چلتی سی دلیل یہ دی جاتی ہے:

جب ایک شخص مکان، دوکان اور سواری وغیرہ استعمال کے لئے دیکر اسکا معقول کرایہ وصول کر سکتا ہے تو دوسرا شخص نقد سرمایہ دیکر اسکا کرایہ کیوں نہیں وصول کر سکتا؟ جبکہ یہ عام اشیاء ضرورت سے زیادہ قیمتی اور نفع آور چیز ہے۔

جواب :

اس دلیل میں بھی کوئی جان نہیں، ایک عامی آدمی بھی اس حقیقت کو جانتا اور سمجھتا ہے کہ کرایہ ایسی چیز کا ہوتا ہے جو مستقل طور پر کرایہ دار کے استعمال و تصرف میں رہنے اور کثرت استعمال سے اس میں ٹوٹ پھوٹ یا بوسیدگی آئے، وہ مسلسل استعمال کے دوران اپنی قیمت کھوتی رہے، جیسے مکان، دوکان، سواری وغیرہ، نقد روپیہ پیسہ جائے خود کوئی استعمال کی چیز نہیں بلکہ اشیاء استعمال کے حصول کا وسیلہ ہے، جب تک اسے خرچ نہ کر دیا جائے اس سے کوئی چیز حاصل نہیں کی جا سکتی، اسے باقی رکھتے ہوئے اس سے کسی قسم کا انتفاع ممکن نہیں، لہٰذا اشیاء استعمال پر اسکا قیاس بے معنی ہے، سود خور جسے کرایہ کا نام دے رہے ہیں یہی چیز قرآن مجید کی اصطلاح میں ربا ہے۔

(۴) ایک دلیل یہ دی جاتی ہے :

کوئی شخص اپنا محفوظ سرمایہ دوسرے کو قرض دے کر خطرہ مول لیتا ہے، صاحب سرمایہ چاہتا تو خود بھی اس سے خاطر خواہ نفع اٹھا سکتا تھا، مگر اس نے ایثار سے کام لے کر دوسرے کی نفع رسانی کو اپنے مفاد پر ترجیح دی، دوسرا شخص اس سرمایہ سے منافع کما رہا ہے آخر مالک سرمایہ کو یہ حق کیوں نہیں پہنچتا کہ وہ بھی شریک منافع ہو؟ اور ایک قلیل حصہ قرضدار سے وصول کرتا رہے؟

جواب :

کوئی شک نہیں کہ کسی کو قرض دینا ایک گراں قدر نیکی اور اعلیٰ درجہ کا ایثار ہے، مگر یہ کس عدالت کا فیصلہ ہے کہ ہر نیکی کی نقد اجرت بھی ضرور وصول کی جائے؟

ایثار کا تقاضا تو یہ ہے :

"نیکی کر دریا میں ڈال"

احسان دھرلے ہے تو وہ :

"نیکی برباد گناہ لازم" کا مصداق ٹھہرے گی۔

پھر جو قرض سود وصول کرنے کی نیت سے دیا گیا اسے ایثار کا نام کس منطق کی رو سے دیا جا رہا ہے؟ ایثار تو وہ نیکی ہے جو بے مزد و معاوضہ دوسروں کی خاطر کی جائے۔

غرض قرض دینا نیکی اور ایثار ضرور ہے مگر فرض یا واجب نہیں، کوئی خدا ترس اور

ہمدرد انسان ہمدردی کے ناتے یہ کام کرنا چاہے تو ضرور کرے ورنہ اپنا سرمایہ اپنے پاس رکھے، لیکن اسکا تو کوئی جواز نہیں کہ ذراسی نیکی کے عوض اتنی بڑی لعنت کا ارتکاب کیا جائے۔ خطرہ مول لینے والی بات بھی صحیح ہے کہ شاید حادثاتی طور پر یا قرضدار کی تعدی سے قرضخواہ کا سرمایہ ڈوب جائے مگر یہ خطرہ بھی کوئی مال و متاع تو نہیں جس کا معاوضہ وصول کیا جائے، پھر اس خطرہ سے تحفظ کا طریقہ بھی شریعت میں موجود ہے کہ قرضدار کی کوئی شیٔ رہن رکھ لی جائے، یا اس سے معاملہ کرتے ہوئے کوئی کفیل یا ضامن لے لیا جائے اس سے سرمایہ کے ضیاع کا خطرہ ٹل جائے گا، سود قرضدار پر ایک تاوان ہے اس میں سرمایہ کے تحفظ کی کوئی ضمانت نہیں۔

ل⑤ اوپر کے جواب پر یہ اشکال کیا جاتا ہے:

آپ کہتے ہیں ہمدردی کے ناتے کسی کو قرض دے تو دے ورنہ اپنا سرمایہ اپنے پاس رکھے، ایسا ہمدرد تو لاکھوں میں کوئی ایک ہوگا ورنہ سرمایہ دار تو صرف سود کے لالچ میں قرض دیتے ہیں، اگر انھیں سود کا لالچ نہ دیا جائے نہ ہی سرمایہ کی واپسی کا تحفظ دیا جائے تو قرض کا دروازہ بالکل بند ہو جائے گا، حالانکہ قرض آج معاشی زندگی کی ناگزیر ضرورت ہے، فرد کی نجی ضروریات سے لیکر ملکوں کی فوجی ضروریات تک قرضوں سے پوری ہو رہی ہیں، قرض کا دروازہ بند کرنے سے تو معاشی زندگی مفلوج ہو کر رہ جائے گی۔

جواب:

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرض آج کل کی مسرفانہ زندگیوں کا ایک لازمی جزء بن چکا ہے اور بلا سود قرض ملنا ہے بھی دشوار، بالخصوص طویل المیعاد اور بھاری قرض کا ملنا، مگر اس کی بنیادی وجہ بھی سود کی گرم بازاری ہے، اس لعنت کو تمام مسلم و غیر مسلم ممالک نے قانونی تحفظ فراہم کر کے رواج عام دیدیا جس سے قرض حسن اور صدقات و تبرعات کے دروازے از خود بند ہو گئے، ورنہ یورپ کی معاشی یلغار سے پہلے صدیوں تک افراد کی نجی ضروریات، ان کی تجارتیں اور ملکوں کے دفاعی اخراجات سب کے سب بلا سود ہی چل رہے تھے، اسلامی تاریخ کا ابتدائی سنہری دور اس پر گواہ ہے، جہاد اور دوسرے رفاہی اجتماعی کاموں میں غیر مسلمان اس قدر عطیات دیتے کہ آج کے سود خور مہاجن شاید بھاری شرح سود پر بھی بمشکل اس قدر سرمایہ فراہم کر سکیں، اسکے، بلکہ

جھلک دیکھنا منظور ہو تو "حیاۃ الصحابہ ص۱۴۳ ج۲، باب انفاق الصحابۃ فی سبیل اللہ" کا مطالعہ کیا جائے، آج اگر دنیا سود کے چنگل میں پھنس جانے کے بعد اس سے کوئی نکلنے کی راہ نہیں پاتی تو اس پر کیا کہا جائے سوائے اس کے :

"خود کردہ را علاجے نیست"

یہ صورتِ حال تو ایسی ہی ہے جیسے آج کل رشوت کی وبا اتنی عام ہو چکی ہے کہ کسی کا جائز حق بھی رشوت دیئے بغیر نہیں ملتا، ہر محکمہ اس کی لپیٹ میں ہے، کوئی افسر رشوت خوری کے الزام میں معطل بھی ہو جائے تو وہ اس سے بھاری رشوت دے کر پھر بحال ہو جاتا ہے، کیا اس صورت حال کو کوئی عاقل رشوت کے لئے جواز کی دلیل بنا کر پیش کر سکتا ہے؟

اسلام میں سودی نظام کا متبادل مضاربت کا نظام ہے، جس میں ایک فرد کا سرمایہ اور دوسرے کی محنت ہوتی ہے، اس نظام میں دونوں کی برابر حق رسی ہوتی ہے، اگر نفع ہوا تو دونوں کا، سرمایہ دار کو اپنے سرمایہ کا اور مضارب کو اپنی محنت کا ثمرہ مل گیا، اگر خسارہ ہوا تب بھی دونوں کا، ایک کا سرمایہ گیا دوسرے کی محنت گئی، جبکہ سودی نظام میں خسارہ پورے کا پورا عامل کے کھاتے میں ڈال دیا جاتا ہے۔

بنکاری نظام کی ضرورت وافادیت سے بھی کسی کو انکار نہیں، مگر سود کی نجاست نے اس کے ہر فائدے کو نقصان میں بدل دیا ہے، اگر بنکوں میں سود کی بجائے مضاربت کے پاکیزہ اصول پر کام شروع کر دیا جائے تو یہ ملک وملت کے حق میں بہترین ادارے ثابت ہوں۔ والحمد للہ اولاً وآخراً۔

محمد ابراہیم
۵ محرم ۱۴۱۵ھ

